Al-Marjān Research Journal
Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Science of Dirayah and the Prophetic Biography (PBUH): A Methodological and Principled Analysis

فنِ درایت اور سیرتِ نبوی ﷺ: اصولی و منہجی جائزہ

Authors Details

1. Ahsan Manzoor (Corresponding Author)
Lecturer/PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET, Lahore, Pakistan.
ahsanhafiz2001@gmail.com

2. Dr Attiq ur Rahman
Associate Professor, Department of Islamic Studies, UET, Lahore, Pakistan.

Citation

Manzoor, Ahsan and Dr Attiq ur Rahman "The Science of Dirayah and the Prophetic Biography (PBUH): A Methodological and Principled Analysis."Al-Marjān Research Journal, 3,no.1, Jan-Mar (2025): 279−291.

Submission Timeline

Received: Dec 08, 2024
Revised: Dec 24, 2024
Accepted: Jan 04, 2025
Published Online: Jan 16, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

The Science of Dirayah and the Prophetic Biography (PBUH): A Methodological and Principled Analysis

فنِ درایت اور سیرتِ نبوی ﷺ: اصولی و منہجی جائزہ

☆ احسن منظور　　☆ ڈاکٹر عتیق الرحمن

Abstract

The science of Dirayah (understanding and reasoning in Hadith studies) plays a crucial role in authenticating and interpreting the Seerah of the Prophet Muhammad (PBUH). Early scholars integrated Dirayah into Hadith methodology, ensuring that transmitted reports were scrutinized for both their chain of narration (Sanad) and textual content (Matn). This study explores the principles of Dirayah as understood by classical scholars, their methodologies for evaluating Hadith reports, and the role of the Companions (RA) in establishing these standards. The evolution of Dirayah as a separate discipline among later scholars is also examined. Furthermore, the research highlights the relevance of Dirayah in contemporary Seerah studies, emphasizing its necessity for accurate historical and theological interpretations. By revisiting the principles laid by the predecessors, this article aims to shed light on how the integration of Dirayah strengthens the understanding of the Prophet's (PBUH) life and teachings.

Keywords: Dirayah, Hadith Methodology, Seerah Studies, Principles of Authentication, Classical Scholarship

تعارف موضوع

فنِ درایت حدیث کی تحقیق و تفہیم میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے، اور یہ سیرتِ نبوی ﷺ کے مستند مطالعے کے لیے ایک ناگزیر اصول ہے۔ متقدمین کے ہاں درایت روایت کے اصولوں کا ایک لازمی جز تھی، جس کے ذریعے سند اور متن کی جانچ کی جاتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کی صحت کے حوالے سے جو طرزِ عمل اپنایا، وہ بعد کے ادوار میں اصول درایت کی تشکیل میں بنیاد بنا۔ بعد کے محدثین نے روایت اور درایت کو علیحدہ اصطلاحات کے طور پر وضع کیا، جس سے حدیث و سیرت کے تحقیقی مناہج میں وسعت پیدا ہوئی۔ اس مضمون میں فنِ درایت کے اصول، متقدمین کا نقطہ نظر، اور صحابہ کرام کا اس حوالے سے طرزِ عمل تفصیلی طور پر بیان کیا جائے گا۔

مبحث اول: درایت کی تفہیم

1. درایت کا لغوی مفہوم

دری یدری درایة ، دریانا ، دریاً، دریة کے معنی معرفت کے ہیں۔[1]

☆ لیکچرر / پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامیات، یو ای ٹی، لاہور،، پاکستان۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یو۔ ای۔ ٹی لاہور، پاکستان۔

[1]al-Iṣfahānī, Ḥasan ibn Muḥammad Rāghib, al-Mufradāt fī Gharīb al-Qurʾān, Urdu trans. by Shaykh al-Ḥadīth Mawlānā Muḥammad ʿAbdah (Lahore: Sulānī Academy), 340.

مقصود یہاں (علم حدیث میں) روایت کی صحت یا ضعف کی معرفت کا حصول ہے۔

بعض کے ہاں اس کا معنی علم کا ہے یعنی یہ علم کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اور بعض علمائے لغت اسے عین علم کے مترادف کے طور پر تو استعمال نہیں کرتے بلکہ وہ اس سے ایسا فہم مراد لیتے ہیں جو علم کے مقابلہ میں ناقص ہوتا ہے، یا ایسا علم جس میں شک لاحق ہوتا ہے۔

چنانچہ عبد الوہاب عبد اللطیف فرماتے ہیں:

علم درایت حدیث کے علم کو ہی علم اصول الحدیث بھی کہا جاتا ہے۔[2]

متاخرین نے علوم کی وسعت کے پیش نظر جب ہر فن کی اصطلاحات کو نکھار کر پیش کیا تو فن حدیث میں روایت کو درایت سے الگ کر دیا۔ آج کل ہمارے زمانہ میں درایت کو چونکہ ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم کو بیان کریں۔

2. درایت کا اصطلاحی مفہوم

متقدمین کے ہاں "درایت" کو علومِ حدیث میں کسی مستقل اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ روایت کی تحقیق کے لیے وہی اصول معیار سمجھے جاتے جو محدثین نے متعین کیے تھے۔ اگرچہ بعض مقامات پر درایت کا لغوی معنی "کامل علم" کے طور پر مستعمل تھا، تاہم اسے اصولِ حدیث میں کوئی باقاعدہ اصطلاحی حیثیت حاصل نہ تھی۔ بعد کے ادوار میں متاخرین نے درایت کو متنِ حدیث کی جانچ کے لیے مخصوص کر دیا، اور اسی کے تحت حدیث کی نقد و جرح کو درایت کہا جانے لگا۔[3]

چونکہ متقدمین کے ہاں اس اصطلاح کا مستقل اور واضح استعمال نہیں ملتا، لہٰذا اس کی کوئی جامع اور دوٹوک تعریف ممکن نہیں۔ بعض اہلِ علم نے اس کے مفہوم کو یک طرفہ انداز میں بیان کیا، جس سے خلطِ مبحث پیدا ہوا۔

3. درایت کے متعلق اہلِ لغت کے اقوال

ذیل میں ان اہل لغت کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں جو درایت کو علم کے ہم معنی خیال کرتے ہیں:

زبیدی (م ۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں:

دريته و دريت به آدرى دريا ودرية بفتحهما ويكسران وحكى ابن الأعرابي: ما تدرى ما دريتها أي ماتعلم ما علمتها "[4]

دريته و أدرى به دريا ودراية دونوں دال کے فتح اور کسرہ کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔

جوہری (۳۹۸ھ) نے کہا:

دريته و دريت به دريا ودرية ودراية أى علمت به[5] یعنی میں نے اسے خوب جان لیا۔

المعجم الوسیط میں ہے:

درى الشيئ دريا ودراية ودرياناً، علمه "[6]

---

[2]ʿAbd al-Wahhāb ʿAbd al-Laṭīf, al-Mukhtaṣar fī ʿIlm Rijāl al-Athar (Cairo: Dār al-Taʾlīf, 2021), 8.
[3]Ibn al-Ṣalāḥ, ‘Uthmān ibn ‘Abd al-Raḥmān, ‘Ulūm al-Ḥadīth (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1986), 1: 20.
[4] al-Zabīdī, Muḥammad Murtaḍā, Tāj al-ʿArūs (Beirut: Dār al-Fikr, 1994), 10:126.
[5] al-Jawharī, Ismāʿīl ibn Ḥammād, al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lugha wa-Ṣiḥāḥ al-ʿArabiyya, ed. Aḥmad ʿAbd al-Ghafūr ʿAṭṭār (Beirut: Dār al-ʿIlm li-l-Malāyīn, 1989), 6:2335.
[6]Ibrāhīm Anīs et al., al-Muʿjam al-Wasīṭ (Cairo: al-Maṭbaʿa al-Amīriyya, 1982), 282.

دری الشئ درایۃ کا معنی ہے: اس نے خوب جان لیا۔

نیز فرماتے ہیں:

درایت کا لغوی معنی محنت و کوشش کر کے کسی چیز کی حقیقت کو معلوم کرنا ہے۔"[7]

مبحث دوم: درایتِ تاریخی؛ اصولی نقد و تحقیق

انسانی تاریخ میں رونما ہونے والے واقعات اور حوادث نسل در نسل منتقل ہوتے آئے ہیں، جن میں بعض شہرت اور تسلسل کے سبب تاریخی حیثیت اختیار کر گئے۔ تاریخی روایات در حقیقت ان آثار و نقوش کی زبانی سند اور دستاویز ہیں، جنہیں بعد کے مؤرخین نے آئندہ نسلوں کے لیے مدون کیا، تاہم ان کی روایتی اور اسنادی حیثیت پر کم ہی غور کیا گیا۔ اکثر تاریخی واقعات کے منسوب الیہ سے حقیقی تعلق، ان کا زمانۂ وقوع کے خصائص سے مطابقت، اور ان کی عقلی و نقلی حیثیت پر سوالات اٹھتے رہے ہیں۔ عموماً تاریخی واقعات سماعت کے ذریعے ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے ہیں، اور بعض اوقات ان میں افواہوں کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔ تاہم، اسلامی تاریخ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس کے ابتدائی ادوار، یعنی حیاتِ رسول ﷺ اور عہدِ صحابہؓ، کی جانچ کے لیے حدیثِ رسول ﷺ کی مستند روایات دستیاب ہیں۔ اسلامی تاریخ میں کوئی بھی بڑا واقعہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا جسے مؤرخین نے بیان کیا ہو مگر محدثین نے اس کی تحقیق نہ کی ہو۔ بعد کے ادوار میں مدون ہونے والی تاریخی روایات کی درستی کا معیار عقلی قرائن، فطری اصول، اور عصرِ وقوع کے مخصوص حالات ہو سکتے ہیں، جن کی روشنی میں تاریخی بیانات کی صحت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اس اصولی نقد و تحقیق کو "درایتِ تاریخی" کہا جاتا ہے، جو تاریخ کے درست فہم اور اس کی علمی جانچ پرکھ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔[8]

علامہ شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

درایت سے یہ مطلب ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو اس پر غور کیا جائے کہ وہ طبیعت انسانی کے اقتضاء زمانہ کی خصوصیتیں، منسوب الیہ کے حالات اور دیگر قرائن عقلی کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے۔ اگر اس معیار پر پورا نہیں اترتا تو اس کی صحت بھی مشتبہ ہو گی۔

اس قسم کے قواعد حدیث و سیرت کی تحقیق و تنقید میں بھی استعمال کئے جاتے ہیں اور انہی کا نام اصول درایت ہے[9]

درایت کا یہ معیار کسی تاریخی واقعہ کو پرکھنے کے لئے تو مفید ہے کیونکہ تاریخ افواہوں اور مشہور واقعات ہی سے جنم لیتی ہے۔ اور سند کی تحقیق موجود نہ ہونے کی صورت میں تاریخ کو پرکھنے کے یہی ذرائع ہمارے پاس ہیں، لیکن حدیث کی صحت وضعف کے لئے یہ سول کافی نہیں۔ اگرچہ مسلمانوں نے اسلامی تاریخ (سیرت) کو بھی انہی اصولوں پر پرکھنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس کے باوجود سیرت معتبر ترین کتاب سیرت ابن اسحق کا مؤلف جرح و تعدیل کے اعتبار سے مدلس ہے۔ تو باقی سیرت کی کتابوں کے درجہ کا خود اندازہ مر لیجیے۔ اس کے بالمقام سنت رسول ﷺ اور احکامات شریعت کو محفوظ کرنا بھی تاریخ ہی کی ایک قسم ہے لیکن اس میں جس قسم کی احتیاط کی گئی ہے سیرت کی کتب میں وہ معیار قطعی مفقود ہے کیونکہ تاریخ رطب و یابس کا مجموعہ اور احادیث تحقیق کا اعلیٰ ترین معیار ہیں۔ اس حوالے سے علامہ شبلی (م ۱۳۳۲ھ) نے بھی سیرۃ النبی ﷺ کے مقدمہ میں فرمایا ہے: سیرت کی روایتیں بہ اعتبار پایہ صحت احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں بصورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائیگی۔

---

[7] al-Zabīdī, Muḥammad Murtaḍā, Tāj al-ʿArūs (Beirut: Dār al-Fikr, 1994), 19:403.
[8] Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, Al-Muqaddimah (Cairo: Dār al-Maʻārif, 1377 AH), 1: 47.
[9] Shiblī Nuʿmānī, Sīrat al-Nabī (Azamgarh: Maṭbaʿ Maʿārif, 4th ed.), 1:46

علامہ شبلی نعمانی(۱۳۳۲ھ)مزید فرماتے ہیں:

اسی بناء پر مجموعی حیثیت سے سیرت کا ذخیرہ کتب حدیث کا ہم پلہ نہیں۔ البتہ ان میں سے تحقیق و تنقید کے معیار پر جو اتر جائے وہ حجت اور استناد کے قابل ہے۔[10]

سیرت کی کتابوں کی کم پائیگی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تحقیق اور تنقید کی ضرورت احادیث احکام کے ساتھ مخصوص کر دی گئی ہے یعنی وہ روایتیں تنقید کی زیادہ محتاج ہیں جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ باقی جو روایتیں سیرت اور فضائل وغیرہ سے متعلق ہیں ان میں احتیاط کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

مبحث سوم: عصرِ حاضر میں نقدِ روایت—درایتی معاصرین کا نقطۂ نظر

درایت کی تعریف اور اس کے اصولوں میں متقدمین و متاخرین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ عصر حاضر میں درایت کے مفہوم کو جدید معاصرین، جیسے مولانا شبلی نعمانی، حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی، اور جاوید غامدی نے منفرد انداز میں متعین کیا ہے۔

1. مولانا شبلی نعمانی اور درایتی اصول

مولانا شبلی نعمانی(م1332ھ) نے درایت کے اصولوں کو جدید نقطہ نظر سے پیش کیا اور امام ابو حنیفہؒ کے منہج سے استفادہ کیا۔ ان کے مطابق:

i. **عقلِ قطعی کے مخالف روایت ناقابلِ قبول ہے**—یہ اصول ابن جوزی (م597ھ) کے نظریات سے ماخوذ ہے، مگر اس کی عمومی تطبیق ممکن نہیں، کیونکہ معجزات جیسی روایات کو عقل کی بنیاد پر رد نہیں کیا جا سکتا۔[11]

ii. **عموم بلوی کی روایت خبرِ واحد پر مقدم ہوگی**—شبلی کے مطابق، عمومی واقعات سے متعلق احادیث اگر خبرِ واحد ہوں تو مشتبہ سمجھی جائیں گی، مگر محدثین نے عملاً ایسا اصول نہیں اپنایا۔[12]

درایتی اصولوں پر تنقید

شبلی نعمانی نے روایت کی درایت میں تحقیقِ متن کو بنیادی حیثیت دی اور تاریخ کے اصولوں کو حدیث پر منطبق کیا، جسے محدثین نے تسلیم نہیں کیا۔ ان کے بارہ درایتی اصولوں میں راوی کے حالات، ماحول، اور روایت کے عقلی و عملی نتائج کو جانچنے پر زور دیا گیا، لیکن یہ معیار فقہ الحدیث سے متصادم ہے۔

تجزیہ

درایت کو عقل کی میزان پر پرکھنے کا نظریہ شبلی نعمانی سے شروع ہوا، مگر لغوی و اصولی طور پر درایت کا یہ مفہوم حدیثی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ محدثین کے ہاں درایت محض جانچ پڑتال کا ایک ذریعہ ہے، نہ کہ روایت کے عقلی استدلال پر رد و قبول کا پیمانہ۔

2. مولانا حمید الدین فراہی کے درایتی اصول

مولانا حمید الدین فراہی(م۱۳۴۹ھ) معروف عالم اور محقق تھے۔ وہ مولانا شبلی نعمانی(م۱۳۴۹ھ) کے قریبی رشتہ دار تھے اور ان ہی سے عربی زبان کی تحصیل کی۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا شبلی کے درایتی افکار و نظریات مولانا فراہی کے ہاں بھی نظر آتے ہیں۔

---

[10] Shiblī Nuʿmānī, Sīrat al-Nuʿmān (Lahore: Maṭbaʿ Maʿārif), 190.
[11] Shiblī Nuʿmānī, Sīrat al-Nuʿmān (Lahore: Maṭbaʿ Maʿārif), 193–194.
[12] Shiblī Nuʿmānī, Sīrat al-Nuʿmān (Lahore: Maṭbaʿ Maʿārif), 191–193.

i. حدیث وسیرت کے درایتی اصولوں کا فقدان

مولانا فراہی کی علمی توجہ زیادہ تر قرآن اور اس سے متعلقہ علوم پر مرکوز رہی، لہٰذا ان کے ہاں حدیث وسیرت کی جانچ پڑتال کے باضابطہ درایتی اصول نہیں ملتے۔ وہ تفسیرِ قرآن میں حدیث کو بنیادی ماخذ نہیں گردانتے تھے۔

ii. قرآن کو اصل اور دیگر ماخذ کو فرع قرار دینا

مولانا فراہی کے نزدیک قرآن واحد اصل اور اساس ہے، جبکہ دیگر ماخذ فرعی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جو روایت قرآن کے نظم کو متاثر کرے، اسے ترک کر دینا چاہیے۔

iii. قرآن کے خلاف روایات کی تاویل

مولانا فراہی کے مطابق اگر کوئی روایت قرآن کے خلاف معلوم ہو تو اسے تاویل کے ذریعے قابلِ قبول بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر تاویل ممکن نہ ہو اور روایت نظمِ قرآن کو متاثر کرے، تو ایسی روایت کو مسترد کر دینا چاہیے۔

iv. روایت اور قرآن کے مابین تضاد

مولانا فراہی کے خیال میں بعض افراد قرآن کی تاویل تو کر لیتے ہیں مگر روایت کی تاویل سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ اصولی طور پر اصل (قرآن) کے مقابلے میں فرع (روایت) کو ترک کرنا چاہیے۔

v. حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کی مخالفت

بعض علما کے نزدیک اگر ایک حدیث اصولِ محدثین کے مطابق صحیح ثابت ہو جائے تو وہ خود ایک اصل بن جاتی ہے اور اسے کسی دوسری نص پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تاہم، مولانا فراہی نظمِ قرآن کو قطعی معیار سمجھتے ہیں اور اسی کی روشنی میں حدیث کی درجہ بندی کرتے ہیں۔[13]

مولانا فراہی کے درایتی اصول قرآن کی مرکزیت پر مبنی ہیں۔ ان کے نزدیک ہر روایت کو نظمِ قرآن کی روشنی میں جانچنا ضروری ہے اور اگر کوئی حدیث قرآن کے نظم سے متصادم ہو تو اسے رد کر دینا چاہیے۔

3. مولانا اصلاحی اور جاوید غامدی کے درایتی اصول

مولانا امین احسن اصلاحی (م ۱۴۱۸ھ) نے حدیث وسیرت کے رد و قبول کے لیے چھ درایتی اصول بیان کیے ہیں۔ اپنے استاد کی اتباع میں جناب غامدی صاحب نے بھی ان میں سے بعض اصولوں کو بیان کیا ہے۔ جاوید احمد غامدی صاحب کے تصور درایت میں بھی اصل کی حیثیت جناب اصلاحی صاحب کو حاصل ہے، اصلاحی و غامدی صاحب کے اصول درایت درج ذیل ہیں:

i. پہلا اصول

مولانا اصلاحی (م ۱۴۱۸ھ) لکھتے ہیں: حدیث وسیرت کے رد و قبول میں امتیاز کے لیے پہلی کسوٹی یہ ہے کہ کوئی روایت جس کو اہل ایمان اور اصحاب معرفت کا ذوق قبول کرنے سے آباء کرتا ہے وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اس اصول کی طرف نبی ﷺ سال تعلیم نے خود رہ نمائی فرمائی ہے۔ حضور سلیم کا ارشاد ہے:

> **عن أبي حميد أن رسول ﷺ الله ﷺ قال إذا سمعتم الحديث عنى تعرفه قلوبكم وتلين له أشعاركم و أبشاركم وترون أنه منكم قريب فأنا أو لاكم به - وإذا سمعتم الحديث عنى تنكره قلوبكم تنفر منه أشعاركم و أبشاركم و ترون أنه منكم بعيد فأنا أبعدكم منه**[14]

[13] Faraḥī, Hamīd al-Dīn, Nizām al-Qur'ān (Lahore: Dār al-Fikr, 1349 AH), 35.

ابو حمید سے روایت ہے کہ رسول ﷺ اللہ سی سلیم نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے منسوب کوئی ایسی روایت سنو جس سے تمہارے دل آشنائی محسوس کریں، تمہارے رونگٹے اور تن بدن اس سے اثر پذیر ہوں اور تم دیکھو کہ وہ تمہارے دلوں سے زیادہ قریب ہے تو میں تمہارے نسبت اس کے زیادہ قریب ہوں اور جب تم مجھ سے منسوب کوئی ایسی بات سنو جس سے تمہارے دل اجنبی ﷺت محسوس کریں، تمہارے رونگٹے اور جسم اس سے ناگواری محسوس کریں اور تم دیکھو کہ وہ تمہارے مزاج سے دور ہے تو میں تمہاری نسبت اس سے زیادہ دور ہوں۔[15]

اصلاحی صاحب (م۱۴۱۸ھ) نے جس روایت کا تذکرہ کیا ہے اس کی صحت کے بارے میں علما کا اختلاف ہے، اس حدیث کو امام ابن قطان نے الوھم والایہام میں ابن المفلح نے الآداب الشرعیہ میں ابن کثیر نے تفسیر میں امام ہیثمی مجمع الزوائد میں صحت کا حکم لگایا ہے جبکہ ابن رجب نے جامع العلوم والحکم میں امام شوکانی نے الفوائد المجموعہ میں ضعیف کیا ہے اور اصلاحی صاحب نے جو سند بیان کی ہے اسی بھی انقطاع ہے اگر یہ روایت صحیح ہو بھی تو اس میں ضعیف یا موضوع احادیث کو پہنچاننے علامات کا بیان ہوا ہے لہذا ایک ایسی روایت، جس کی صحت ہی مختلف فیہ ہو وہ اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث کے ردو قبول کے حوالے سے کیسے ایک اصول بن سکتی ہے

ii. دوسرا اصول

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

حدیث وسیرت کے ردو قبول میں امتیاز کے لیے دوسری کسوٹی عمل معروف ہے۔ اس کی ہدایت نبی ﷺ علی ایم کے اس ارشاد سے ملتی ہے:

عن محمد بن جبير بن مطعم عن أبيه قال: قال رسولﷺ الله ﷺ ما حدثتم عنى مما تعرفونه فخذوه وما حدثتم عنى مما تنكرونه فلا تأخذوا به قال: فإني لا أقول المنكر ولست من أهله[16]

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول ﷺ اللہ صلی ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے منسوب کر کے کوئی روایت اس معروف کے مطابق کی جائے جس سے تم آشنا ہو تو تم اس کو قبول کر لو۔ اور اگر مجھ سے منسوب کر کے کوئی ایسی راویت کی جائے جس کو تم منکر محسوس کرو تو اس کو نہ قبول کرو۔ حضور صلی علیم نے فرمایا کہ نہ میں منکر کہتا ہوں اور نہ میں منکر باتیں کرنے والوں میں سے ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روایت تمہاری معروفات کے مطابق ہو تو اس کو قبول کرو اور اگر ان سے متصادم ہو تو اس کو رد کر دو۔[17]

دوسرے اصول کی بنیاد روایت کو ائمہ جرح وتعدیل نے ضعیف کہا ہے اس قدر ضعیف روایت کو اللہ کے رسول ﷺ صلی ایم کی احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے معیار بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ صحیح بات یہی ہے کہ اصلاحی صاحب نے حدیث کے ردو قبول میں امتیاز کے لیے جو اصول اور کسوٹیاں بیان کی ہیں وہ ان کی اپنی عقل کی اختراعات ہیں کہ جن کو شرعی دلائل سے ثابت کرنے کے لیے انہیں ضعیف احادیث کا سہارا لینا پڑا ہے۔

---

[14] al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī ibn Thābit, al-Kifāya fī ʿIlm al-Riwāya (Medina: al-Maktaba al-ʿIlmiyya), 430.
[15] Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Mabādī Tadabbur Ḥadīth (Lahore: Fārān Foundation, 2000), 58–59.
[16] al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī ibn Thābit, al-Kifāya fī ʿIlm al-Riwāya (Medina: al-Maktaba al-ʿIlmiyya), 430.
[17] Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Mabādī Tadabbur Ḥadīth (Lahore: Fārān Foundation, 2000), 57-58–59.

iii. تیسرا اصول

اصلاحی صاحب (م۱۴۱۸ھ) لکھتے ہیں:

حدیث و سیرت کے رد و قبول میں امتیاز کے لیے تیسری کسوٹی قرآن مجید ہے۔ اس باب میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أنه قال: سيأتيكم عنى أحاديث مختلفة فما جاء كم مو افقا لكتاب الله وسنتى فهو منى وما جاء كم مخالفا لكتاب الله تعالى و سنتى فليس منى[18]

حضرت ابو ہریرۃ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے سامنے مجھ سے منسوب ایسی روایات آئیں گی جو کہ باہم دگر متناقض ہوں گی تو جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو وہ تو مجھ سے ہیں اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے مخالف ہوں وہ مجھ سے نہیں ہیں۔

اس حدیث میں ہمیں دو اصولوں کی تعلیم دی گئی ہے، لیکن ہم یہاں صرف کتاب اللہ کے کسوٹی ہونے پر بحث کریں گے، سنت رسول ﷺ پر بحث چوتھی کسوٹی کے تحت آئے گی۔ اس میں ہمیں یہ ہدایت دی گئی کہ کوئی حدیث جو کسی پہلو سے قرآن کے خلاف ہوگی وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ قرآن ہر چیز پر نگران ہے۔ حق و باطل میں امتیاز کے لیے یہی اصلی کسوٹی ہے اس وجہ سے کوئی چیز اس کے خلاف قبول نہیں کی جاسکتی،[19]

iv. چوتھا اصول

مولانا اصلاحی (م۱۴۱۸ھ) لکھتے ہیں:

حدیث سیرت کے صحیح و سقیم کی پرکھ کے لیے چوتھی کسوٹی سنت معلومہ ہے۔ محولہ بالا حدیث کی روشنی میں سنت کا جو ذخیرہ امت کی تحویل میں ہے وہ بجائے خود بھی کسوٹی ہے۔ کوئی چیز جو اس سنت معلومہ سے بے گانہ یا متصادم ہوگی، وہ قبول نہیں کی جائے گی کہ سنن عملی تواتر سے ثابت ہیں، ان پر اخبار آحاد اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ سنن روایت کے بالمقابل قدیم تر ہیں سنت عملی تواتر سے ثابت ہے اس جہ سے اس کے رد و قبول کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اخبار آحاد سے متعلق علماء نے تصریح کی ہے کہ بعض صورتوں میں لازما رد کر دی جاتی ہیں.. خطیب بغدادی جالله (م۴۶۳ھ) کے نزدیک بھی وہ تمام اخبار آحاد جو منافی سنت معلومہ اور عمل قائم مقام سنت کے حکم میں داخل ہیں، رد کر دی جائیں گی۔ اسی طرح الفعل الجاری مجری السنۃ عمل قائم مقام سنت کے منافی خبر واحد بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ الفعل جاری مجری السنۃ صاحب الکفایہ کی مراد غالبا وہی چیز ہے جس کو مالکیہ العمل عندنا ھکذا سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی کسی باب میں کوئی عمل معروف کی حیثیت سے چلا آرہا ہے۔ اس طرح کے عمل کو مالک یہ سنت ہی کے درجہ میں رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ جو عمل پوری جماعت سے اس طرح چلا آرہا ہے، اس کے متعلق قرینہ یہی ہے کہ اسے پیغمبر کی منظوری حاصل ہے۔ اس وجہ سے مالکیہ اہل مدینہ کی سنت کے خلاف جس طرح دوسری سنت کو قبول نہیں کرتے اسی طرح اپنے اندر کے لوگوں کے اس عمل کو بھی جو تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے خبر واحد کے مقابل میں زیادہ قابل اطمینان خیال کرتے ہیں۔ یہی حال حنفیہ کا بھی ہے۔ وہ بھی ان مسائل میں جن کا تعلق عام لوگوں کی زندگی سے ہو اخبار آحاد کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے بلکہ اس عمل کو ترجیح دیتے ہیں جو لوگوں نے اپنے انتخاب و اجتہاد سے اختیار کر رکھا ہے یا اس معاملہ میں اجتہاد و ترجیح دیتے ہیں۔ عموم بلوی کی صورت میں ان کے نزدیک اجتہاد خبر واحد سے زیادہ قرین احتیاط ہے۔[20]

---

[18] al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī ibn Thābit, al-Kifāya fī ʿIlm al-Riwāya (Medina: al-Maktaba al-ʿIlmiyya), 430.
[19] Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Mabādī Tadabbur Ḥadīth (Lahore: Fārān Foundation, 2000), 58–59.
[20] Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Mabādī Tadabbur Ḥadīth (Lahore: Fārān Foundation, 2000), 70-71.

v. پانچواں اصول

اصلاحی صاحب (م۱۴۱۸ھ) لکھتے ہیں:

عقل کلی حدیث و سیرت کے ردو قبول میں امتیاز کے لیے پانچویں کسوٹی کا کام دیتی ہے۔ اس باب میں صاحب الکفایہ کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔ عقل کے منافی روایات قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دین کی بنیاد، جیسا کہ دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے، تمام تر عقل و فطرت پر ہے۔ عقل و فطرت ہی کے مقتضیات و مطالبات ہیں جو قرآن و سنت میں اجاگر کیے گئے ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ نے عقل اور فطرت ہی کے حوالے سے لوگوں پر حجت قائم کی ہے اور ان لوگوں کو عقل کا دشمن گردانا ہے جنھوں نے ہوائے نفس کی پیروی میں دین فطرت کی مخالفت کی۔ ایسی صورت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی ایسی روایت قبول کی جائے جو دین کی اصل بنیاد ہی کی نفی کرنے والی ہو، چنانچہ منافی عقل روایات قبول نہیں کی جائیں گی۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ یہاں زیر بحث افراد کی عقل نہیں، بلکہ عقل کلی ہے جو انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اشرف ہے۔[21]

vi. چھٹا اصول

اصلاحی صاحب (م۱۴۱۸ھ) لکھتے ہیں:

حدیث و سیرت کے ردو قبول میں امتیاز کے لیے چھٹی اور آخری کسوٹی دلیل قطعی ہے، خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) بھی اس اصول کو مانتے اور پیش کرتے ہیں کہ دلیل قطعی کے منافی خبر واحد قبول نہیں کی جائے گی۔ دلیل خواہ عقلی ہو یا نقلی، بہر حال ایک ایسی خبر کے مقابلے میں اپنے اندر زیادہ اطمینان کا پہلو رکھتی ہے جس کی رسول ﷺ کی طرف نسبت مشکوک ہے۔ اتباع رسول ﷺ کے پہلو سے بھی مشکوک خبر کے مقابل میں دلیل کی راہ زیادہ مامون ہے۔ یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ رسول ﷺ صلی علیم سے نسبت رکھنے والی بات اگر چہ اس کی نسبت مشکوک بھی ہو مقلی فیصلوں سے زیادہ قابل اطمینان ہے۔ غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ اجتہاد کی غلطی میں مبتلا ہونا جھوٹ میں پڑنے سے بہر حال زیادہ اہون ہے۔ اجتہاد کی غلطی کی اصلاح ہو سکتی ہے، لیکن اگر اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کوئی غلط طور پر منسوب بات مذہب بن گئی تو اس کے فتنے بہت دور تک پہنچیں گے اور ان کی اصلاح کا کوئی امکان باقی نہیں رہے گا۔[22]

مبحث چہارم: اصول درایت کے متعلق متقدمین کا نکتہ نظر

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ موجودہ دور میں ان کی درایتی تحقیق کا مطالبہ انتہائی زوروں پر ہے اور موجودہ دور کے بعض اسکالر حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور سیرت سے متعلقہ ان تمام روایات کو جنہیں وہ اپنے تئیں خلاف قرآن یا خلاف عقل سمجھتے ہیں انہیں رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر موجودہ دور میں اس مخصوص فکر و ذہن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بہت سارے پہلوؤں کا انکار کرنا ایک عام مشغلہ بن کر رہ گیا ہے۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلقہ روایات کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر بہت ساری احادیث کو درایتی بنیاد پر رد کرنے کے عمل کو سند جواز فراہم کرنے کے لیے ایسے حضرات کبھی تو اپنے آپ کو اور اپنی اس کوشش ناتواں کو ائمہ سلف کے ساتھ ملاتے ہیں اور کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے استدراکات کا سہارا لیتے ہیں اور کبھی محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین کے بیان کردہ اصول درایت کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین کی طرف منسوب ان چند اقوال کو واضح کیا جائے کہ جو اہل درایت نے اپنے موقف کے ثبوت کے لیے بطور دلائل ذکر کیے ہیں۔

---

[21]Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Mabādī Tadabbur Ḥadīth (Lahore: Fārān Foundation, 2000), 71-71.
[22] Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Mabādī Tadabbur Ḥadīth (Lahore: Fārān Foundation, 200074-75.

1. خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 463ھ)

جب ہم اصول درایت کی بات کرتے ہیں تو متقدمین میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ درایت کے اصول بیان کرتے ہوئے سر فہرست نظر آتے ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب الفقیہ والتفقہ میں لکھتے ہیں: جب کوئی امانت دار ثقہ راوی ایسی روایت بیان کرے جس کی سند بھی متصل ہو تو اس روایت کو درج ذیل امور کے پیش نظر رد کر دیا جائے گا:

i. اول یہ کہ وہ تقاضائے عقل کے خلاف ہو اس سے اس روایت کا باطل ہونا معلوم ہو گا کیونکہ شریعت کا اترنا عقل کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ عقل کے خلاف۔

ii. دوسرے نمبر پر وہ کتاب اللہ کی نص یا سنت متواترہ کے خلاف ہو تو پھر بھی اسے رد کر دیا جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں یا یہ منسوخ ہے۔

iii. تیسرا یہ کہ جب وہ اجماع کے خلاف ہو اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ وہ روایت منسوخ ہو چکی ہے یا اس کی کوئی اصل نہیں ہے کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ صحیح ہو اور غیر منسوخ ہو اور امت کا بھی اس کے خلاف اجماع ہو جائے۔

iv. چوتھا یہ کہ ایسے واقعہ کو صرف فرد واحد بیان کرے حالانکہ اس روایت کا جاننا تمام لوگوں پر واجب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسی بات کی کوئی اصل ہو اور تمام لوگوں میں سے صرف ایک شخص اس کو نقل کرے۔

v. پانچویں نمبر پہ ایسی بات کو صرف فرد واحد نقل کرے حالانکہ عادتا لوگ تواتر کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ یہ بھی قبول نہیں ہو گی کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایسے واقعہ کو نقل کرنے والا صرف ایک آدمی ہو۔[23]

2. امام عبد الرحمن بن علی ابن جوزی (متوفی 597ھ)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الموضوعات میں فن درایت سے متعلق ضابطوں کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

> **ما احسن قول القائل: اذا رأيت الحديث يباين المعقول او يخالف المنقول او يناقض الاصول فاعلم انه موضوع،** یعنی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ جب کوئی روایت عقل کے خلاف ہو یا نقل کے خلاف ہو یا اصول کے خلاف ہو تو وہ موضوع ہے: مزید فرماتے ہیں کہ: **الحديث المنكر يقشعر له جلد الطالب للعلم وينفر منه قلبه في الغالب** یعنی منکر حدیث وہ ہوتی ہے کہ جس کے ظاہری الفاظ ہی سے طالب علم کو وحشت ہوتی ہو اور اس کا دل اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ لیکن یہ کیفیت اکثر ہوتی ہے ہر صورت نہیں۔[24]

3. عمر بن بدر حنفی رحمہ اللہ (متوفی 622ھ):

امام عمر بن بدر الموصلی رحمہ اللہ فن درایت اور تحقیق متن کے سلسلہ میں کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ :

علماء نے حدیث کی نقد کے معاملہ میں صرف سند پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس میں متن کو بھی شامل کیا ہے لہذا انہوں نے بہت ساری ایسی احادیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کیا ہے جن کی سندیں اگرچہ درست تھیں لیکن ان کے متن میں ایسی خرابیاں پائی جاتی تھیں جو ان کو قبول کرنے سے رکاوٹ تھیں[25]

[23] al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī ibn Thābit, al-Kifāya fī ʿIlm al-Riwāya (Medina: al-Maktaba al-ʿIlmiyya), 430.
[24] Ibn al-Jawzī, ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAlī, al-Mawḍūʿāt (Riyadh: Maktabat al-Dumariyya).
[25] Luqmān Salafī, Muḥammad, Ihtimām al-Muḥaddithīn bi-Naqd al-Ḥadīth Sanadan wa-Matanan (Riyadh: Dār al-Dāʿī li-l-Nashr wa-l-Tawzīʿ).

4. امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ (متوفٰی 643ھ):

جب بھی فن روایت اور اصول حدیث کی بات کی جائے تو امام عثمان بن عبد الرحمن بن الصلاح رحمہ اللہ ان میں بڑے نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ کو امیر المومنین فی اصول الحدیث کا مقام حاصل ہے اور اس سلسلہ میں مقدمہ ابن الصلاح بڑا مشہور ہے امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ تحقیق متن کے اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وقد يفهمون الوضع من قرينة حال الراوي او المروي فقد وضعت احاديث طويلة يشهد بوضعها ركاكة الفاظيها ومعانيها

یعنی محدثین رحمہم اللہ کسی بھی روایت کے جعلی ہونے کا فیصلہ راوی یا روایت یعنی متن کو دیکھ کر کرتے ہیں چنانچہ بہت سی لمبی احادیث کے الفاظ اور معانی کی سطحیت خود ان کے من گھڑت ہونے کی شہادت گواہی دیتی ہے۔[26]

5. ابن دقیق العید رحمہ اللہ (متوفی 702ھ):

امام سخاوی رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح المغیث میں امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

وكثيرا ما يحكمون بالوضع باعتبار أمور ترجع الى المروي والفاظ الحديث

یعنی اکثر محدثین نے جن علامات کی بنیاد پر حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کیا ہے اس کا تعلق مروی یعنی بیان کردہ روایت اور الفاظ حدیث سے ہے ۔[27]

6. علامہ ابن القیم جوزی رحمہ اللہ (متوفی 751ھ)

امام ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ نے نقد روایت کے درایتی معیار کی وضاحت کے لیے المنار المنیف فی الحدیث الصحیح والضعیف کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس میں انہوں نے درایتی اصولوں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اگر وہ کسی بھی روایت میں پائے جائیں تو روایت ضعیف ہو گی۔ مثلا امام ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ

(من عشق وكتب وعفى وصبر غفر الله له وادخله الجنة)[28]

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر اس روایت کی سند سورج کی طرح بھی ہوتی تو بھی یہ غلط اور وہم ہو گی۔

7. علی بن محمد کرانی رحمہ اللہ (متوفی 963ھ)

امام ابو الحسن علی بن محمد کرانی رحمہ اللہ موضوع روایات سے متعلق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

متن میں من گھڑت بات ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ عقل کے تقاضوں کے خلاف اس طرح ہو کہ کوئی تاویل بھی قبول نہ کر سکے اسی میں وہ بھی شامل ہے کہ جو حس مشاہدہ اور عادت کے خلاف ہو۔[29]

---

[26] Ibn al-Ṣalāḥ, ʿUthmān ibn ʿAbd al-Raḥmān, Muqaddima Ibn al-Ṣalāḥ (Medina: al-Maktaba al-ʿIlmiyya).

[27] al-Sakhāwī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn ʿAbd al-Raḥmān, Fatḥ al-Mughīth (Cairo: Maktabat al-Sunna, 2003).

[28] Ibn Qayyim al-Jawziyya, Muḥammad ibn Abī Bakr, Zād al-Maʿād (Beirut: Muʾassasat al-Risāla, 1994).

اہل درایت انہی ائمہ کرام رحمہم اللہ کو نقد روایت کے درایتی معیار میں اصل بنیاد کے طور پر پیش کرتے ہیں اور انہی محدثین کے بیان کردہ ضابطوں کی روشنی میں علامہ تقی امینی رحمہ اللہ نے اپنی معروف تصنیف حدیث کے درائتی معیار میں تقریبا26 کے قریب درایتی اصول ذکر کیے ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ یہی وہ اصول ہیں جن کی روشنی میں ایک حدیث کو قبول کرنے کا معیار قائم ہوتا ہے۔

مبحث پنجم: قواعد درایت اور علماء اصول کا اسلوب تحقیق

جب ہم روایات کی جانچ پڑتال کرنے والوں اور انہیں قبول ورد کے میزان پر تولنے والوں کے اسلوب کا مشاہدہ کتے ہیں تو عملی طور پر اس کے مختلف پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں اصول روایت اور سند کے بغیر قبول ورد کا حکم لگانا ممکن نہیں وہیں ان کی تحقیق اصول درایت سے بھی مزین ہوتی ہے۔ چنانچہ دونوں کا تجزیہ کرنے سے ہمارے سامنے اس کے مختلف پہلو واضح ہوتے ہیں۔

1. پہلا پہلو

محدثین نے حدیث کو قبول یارد کرنے کے لیے توروایت کے اصول وضع کیے اور خالصتاان اصولوں کی بناپر ہی مقبول یامردود کے درجے میں کوئی بھی حدیث یاروایت آتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائی طور پر سیر اور مغازی سے متعلقہ جتنے بھی حدیث کی کتابوں میں ابواب آئے ہیں ان سب میں تحقیق اور ثبوت کے لیے بنیادی طور پر سند کو ہی بیان کیا گیااور اتصال سند تعدیل رواۃ پر ہی اعتماد کیا گیا۔ جہاں تک تاریخ کی کتابوں میں موجود سیرت نبوی کا حصہ ہے تو اس کو بھی قبول یارد کرنے کے لیے سند پر ہی اعتماد کیا گیااور اگر سند موجود نہ تھی تو یاتو اسے رد کر دیا گیا یا پھر صحیح روایات سے اس کے شواہد جمع کر کے اس کے قبول یارد کا فیصلہ کیا گیااور اگر قبول بھی کیا گیا تو محض اس روایت کو قبول نہیں کیا گیا جس کی سند موجود نہ تنی یااس کی سند میں کوئی علت موجود تھی بلکہ اصل میں ان روایات کو ہی قبول کیا گیا جو اس کے شواہد کے طور پر متصل اور تمام علتوں سے پاک سند کے ساتھ روایات تھیں۔

2. دوسرا پہلو

دوسرااہم پہلو یہ ہے کہ علماء اصول نے مردود حدیث کی پہچان کے لیے اصول درایت بھی اپنائے ہیں بلکہ ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایاہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم خطیب بغدادی، ابن الصلاح، ابن قیم، اور دیگر بہت سے ائمہ کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے درایت کے قواعد کے متعلقہ اقتباسات نقل کر چکے ہیں۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ حدیث کے مردود ہونے اور مردود کی علامات واضح ہونے میں فرق ہے۔ مثلا خلاف قرآن خلاف عقل وغیرہ روایت کی صحت وضعف کی علت نہیں بلکہ علامت ہے۔ یعنی درایت کے لحاظ سے ایسے اسباب کی بناپر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث دوبارہ تحقیق کرنے کے قابل ہے اس پر پھر غور وخوض کیا جائے نہ کہ درایت کی بنیاد پر اسے مکمل طور پر رد کر دیا جائے بلکہ مردود ہونے کے لیے عدم ثقاہت یاانقطاع سند یاشذوذ ومعلول ہوناان میں سے کسی علت کا پایا جاناضروری ہے۔

3. تیسرا پہلو

اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ اصول درایت علماء اصول نے "كيف يعرف الحديث الموضوع" کے تحت بیان کیے ہیں چنانچہ امام ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ نے درایت کے جن قواعد کا ذکر کیا ہے وہ اپنی کتاب المنار المنیف میں کیا ہے اور المنار المنیف حدیث کے اصول وضوابط پر لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ اس کتاب کا موضوع معرفت موضوع حدیث ہے یعنی من گھڑت احادیث کی پہچان اسی طرح ابو الحسن کنانی رحمہ اللہ کے جو دلائل قول نقل کیے جاتے ہیں وہ ان کی کتاب حقيقة الموضوع وامار اته وحكمه سے نقل کیے جاتے ہیں جس کتاب کا عنوان علامات وضع حدیث ہے۔ اسی طرح حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ جو کہ مقدمہ اصول حدیث کی وجہ سے انتہائی مشہور ہیں انہوں نے بھی درائیت سے متعلقہ قواعد

[29] al-Kinānī, Nūr al-Dīn ʿAlī ibn Muḥammad, Tanzīh al-Sharīʿa al-Marfuʿa ʿan al-Akhbār al-Shīʿa al-Mawḍūʿa (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya

کا ذکر معرفۃ الموضوع یعنی موضوع حدیث کی پہچان کیسے ہو گی اس عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ ضعیف کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ جو روایت درجہ حسن کو نہ پہنچ سکے وہ ضعیف ہے جبکہ صحیح کی تعریف میں کہا خبر صحیح وہ ہوتی ہے جس کی سند متصل ہو راوی عادل وضابط ہو روایت شاذ و معلول نہ ہو اور ضبط قوی ہو تو صحیح اور ضبط خفیف ہو تو روایت حسن درجہ پر ہو گی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب **الأسرار المرفوعة في الاخبار الموضوعة** میں امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ جب تم کسی حدیث کو اسلام کے دواوین یعنی مؤطا، مسند احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور اس جیسی کتابوں سے خارج دیکھو اور اس کی نظیر صحیح اور حسن احادیث میں موجود ہو تو اس کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہے اور اگر تمہیں شک ہو اور نیز وہ حدیث اصول کے خلاف ہو تو سند اور راویوں کے حالات پر غور کرو۔ ہماری کتاب جس کا نام کتاب الضعفاء والمتروکین ہے اس سے راویوں کا حال معلوم ہو جائے گا اور حدیث میں خرابی کا پتہ چل جائے گا۔[30]

لہذا محدثین اور علماء اصول روایت کے ہاں درایت کے اصول ضعیف اور موضوع احادیث کو جاننے کی محض علامات ہیں۔

خلاصہ بحث

فنِ درایت سیرتِ نبوی ﷺ کے مستند مطالعے میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جس کے بغیر کسی بھی روایت کی تحقیق نامکمل رہتی ہے۔ متقدمین کے ہاں درایت حدیث کے فہم و تحقیق کا ایک لازمی اصول تھا، جس نے بعد کے محققین کو ایک منظم طریقہ کار فراہم کیا۔ اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ اصول درایت کے بغیر نہ صرف روایت کی تصدیق مشکل ہے بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ کے تحقیقی مطالعات میں بھی خلا پیدا ہوتا ہے۔ لہذا، عصرِ حاضر میں سیرت کے مطالعے میں درایت کے اصولوں کو اپنانا وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ صحیح و مستند معلومات کو فروغ دیا جا سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Qārī, Mullā ʿAlī, *Al-Asrār al-Marfūʿah fī al-Akhbār al-Mawḍūʿah* (Bayrūt: Al-Maktab al-Islāmī, 2nd ed., 1976)
* al-Iṣfahānī, Ḥasan ibn Muḥammad Rāghib. *al-Mufradāt fī Gharīb al-Qurʾān*. Urdu trans. by Shaykh al-Ḥadīth Mawlānā Muḥammad ʿAbdah. Lahore: Sulānī Academy, 1977.
* ʿAbd al-Wahhāb ʿAbd al-Laṭīf. *al-Mukhtaṣar fī ʿIlm Rijāl al-Athar*. Cairo: Dār al-Taʾlīf, 2021.
* Ibn al-Ṣalāḥ, ʻUthmān ibn ʻAbd al-Raḥmān. *ʻUlūm al-Ḥadīth*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmīyah, 1986.
* al-Zabīdī, Muḥammad Murṭaḍā. *Tāj al-ʿArūs*. Beirut: Dār al-Fikr, 1994.
* al-Jawharī, Ismāʿīl ibn Ḥammād. *al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lugha wa-Ṣiḥāḥ al-ʿArabiyya*. Edited by Aḥmad ʿAbd al-Ghafūr ʿAṭṭār. Beirut: Dār al-ʿIlm li-l-Malāyīn, 1989.
* Ibrāhīm Anīs et al. *al-Muʿjam al-Wasīṭ*. Cairo: al-Maṭbaʿa al-Amīriyya, 1982.
* Ibn Khaldūn, ʻAbd al-Raḥmān. *Al-Muqaddimah*. Cairo: Dār al-Maʻārif, 1377 AH.
* Shiblī Nuʿmānī. *Sīrat al-Nabī*. Azamgarh: Maṭbaʿ Maʿārif, 4th ed.

[30] Al-Qārī, Mullā ʿAlī, *Al-Asrār al-Marfūʿah fī al-Akhbār al-Mawḍūʿah* (Bayrūt: Al-Maktab al-Islāmī, 2nd ed., 1976), p.34